ولایت فقیہ: ضرورت اہمیت اور اختیار کے آئینے میں

مولانا ناظم علی خیر آبادی

انسانی معاشرہ کی تشکیل ، تاسیس اور تعمیر میں حکومت کے اہم رول سے انکار ممکن نہیں ہے معاشرہ کی تنظیم وتنسیق ، تدوین وتدبیر ، تامین وتسکین بغیر کسی حکومت کے معرض وجود میں نہیں لائی جاسکتی ہے ، جملہ انسانی معاشرہ کو اس امر کی ضرورت ہے کہ حکومت اسے خوش بختی اور سعادتمندی کی راہ سے آشنا بھی کرے اور نشاندہی کرنے کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے طریقوں کی بھی مکمل توضیح کرے نیز اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل کے ذریعہ نفاذ کو عملی صورت دے، چونکہ پوری کائنات کا حاکم علی الاطلاق خداوند عالم ہے اور مکمل سعادتمندی کی راہ دین اسلام کو قرار دیا ہے لہٰذا اسلامی حکومت ہی اس کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔ اسی نے اس حکومت کا فریضہ اپنے پیغمبروں کے حوالہ کیا ہے اور پیغمبرؐ اسلام کے ظاہری وجود کے نہ ہونے کی صورت میں اولوالامر کو یہ ذمہ داری سونپی ہے جس کا اعلان قرآن کریم میں اس انداز سے فرمایا ہے" اطیعوا اللّٰہ واطیعوالرّسول واولی الامر منکم اللہ کی اطاعت کرو رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولو الامر یعنی ائمہؑ طاہرین کی اطاعت کرو (قرآن کریم) جو آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیؐ کے حقیقی جانشین اور محافظین دیانت ہیں پھر یہ اعلان بھی کیا" ومن یتّبع غیرالاسلام دینا فلن یّقبل منہُ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین "[۱] جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو پسند کرے گا تو اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ مزید یہ بھی اعلان ہوا" افغیردین اللّٰہ یبغون ولہ اسلم من فی السّمٰوات والارض" کیا وہ لوگ دین خدا کے علاوہ کسی دوسرے دین کو پسند کرتے ہیں جبکہ زمین وآسمان والے اسی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ نیز حدیث متفق بین الفریقین میں رسولؐ اکرم نے بیان فرمایا" انّی تارک فیکم الثّقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی ماان تمسّکتم بھمالن تضلّوا بعدی وانّھما لن یفترقاحتّی یرداعلیّ الحوض،[۲] میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب الٰہی اور اپنی عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں جب تک تم لوگ ان دونوں سے متمسک رہوگے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچ جائیں" اس حدیث میں دستور کی کتاب اور اس پر چلانے والے عملی نمونوں نے اہلبیتؑ

طاہرین اور قرآن کو بیان کرکے قانون الٰہی کی جامع کتاب اور حاکموں کا بھی پتہ دیا ہے۔ اس کی مزید وضاحت امام علی رضاؑ نے اس طرح فرمائی ہے۔

ہم کسی ایسے گروہ یا امت کا سراغ نہیں پاتے ہیں جس نے بغیر کسی حاکم اور سرپرست کے زندگی بسر کی ہو کیونکہ لوگوں کے دینی اور دنیوی امور کے نظم وضبط کے لئے ایک عاقل ومدبّر حاکم کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہ حکمت الٰہی کے شایان شان نہیں ہے کہ اپنی مخلوق کو بغیر کسی حاکم اور قائد کے چھوڑ دے، جبکہ کائنات کا خالق بخوبی جانتا ہے کہ لوگوں کو بہر حال ایک حاکم کی ضرورت ہوتی ہے جو معاشرہ کو استحکام ،نظم ، انتظام اور دوام عطا کرے ، دشمنوں کے ساتھ جنگ اور پیکار کے وقت لوگوں کی قیادت اور رہبری کرے عمومی مال ودولت کو لوگوں کے درمیان عادلانہ طور پر تقسیم کرے ان کے لئے نماز جمعہ وجماعات قائم کرے اور ظالموں کو مظلوموں پر ظلم کرنے سے روکے [۳] مذکورہ کتاب میں ایک دوسری حدیث بھی امام رضاؑ کی ملتی ہے آپ نے فرمایا۔

اگر خداوند عالم لوگوں کیلئے ایک امین ،محافظ اور اطمینان بخش حاکم مقرر نہ فرماتا تو یقیناً دین الٰہی نابود ہوجاتا، احکام اور سنتیں بدل جاتیں، دین میں بدعتوں کا رواج زیادہ ہوجاتا۔ بے دین افراد دین الٰہی کونقصان پہونچانے اور مسلمانوں کے درمیان اسلام کے تعلق سے بہت سے شبہات ایجاد کرتے [۴]

حاکم بہر حال رعایا سے افضل وبرتر ہوتا ہے خداوند عالم کی مطلق حاکمیت کے بعد رسولؐ اسلام کی حاکمیت کا ثبوت آیہ قرآنی انّما ولیّکم اللّٰہ ورسولہ والّذین آمنو الّذین یقیمون الصّلوٰۃ ویؤتون الزّکوٰۃ وھم راکعون۔ [۵]

اور آیہ النّبی اولی بالمؤمنین من انفسھم۔ [۶] سے ثابت ہے جبکہ پہلی آیت میں حضرت علیؑ اور ان کی اولاؑد معصومین کی ولایت وحاکمیت کا ثبوت بھی موجود ہے۔

رسولؐ اکرم کے وصال کے بعد ائمہؑ کے ظاہری وجود کے دور میں ولایت وحاکمیت کے ذمہ دار وہ ہیں اور جب زمانۂ غیبت امامؑ شروع ہوا تو معاشرہ کی ضرورت کے باقی رہنے کی بنا پر اسلامی معاشرہ کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھ میں ہوسکتی ہے جو الٰہی احکام کو موثق منابع اور مدارک سے استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، احادیث کے تعارض کے حل ، دلائل کو جمع کرنے کے طریقے، اعتبار سند اوران جیسے دیگر ضروری امور سے باقاعدہ باخبر ہو ایسے شخص کو فقیہ کہاجاتا ہے اسی کو مجتہد مطلق کہاجاتا ہے یعنی ایک ایسا شخص ہونا ضروری ہے جو ہر مسئلہ کے حکم کو دینی منابع سے کما حقہ استنباط

کرسکتا ہو اور اس کی اجتہادی قوت ایک خاص دائرہ میں محدود نہ ہو۔ ۷ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک اسلامی حکمراں کے بنیادی شرائط میں فقاہت ،عدالت اور اسلامی معاشرہ کے نظام کو چلانے کی بھرپور توانائی کا ہونا لازمی ہے جیسا کہ جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی کی دفعہ نمبر ۱۰۹ میں ان تینوں شرطوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''اصول کافی'' میں امام محمد باقرؑ سے پیغمبرؐ اسلام کی ایک حدیث منقول ہے امامت وحکومت کا سزاوار وہ شخص ہے جس میں تین خصوصیتیں پائی جاتی ہوں۔

۱۔ پرہیزگاری اور تقویٰ جو اسے گناہوں سے محفوظ رکھے۔

۲۔ حلم وبردباری جس کی وجہ سے وہ اپنے غصہ پر قابو رکھ سکے۔

۳۔ خیر خواہانہ سرپرستی ان تمام افراد کے لئے جن کی زمام اس کے ہاتھ میں ہو،تاکہ وہ ان کے ساتھ ایک مہربان باپ جیسا برتاؤ کرسکے۔ ۸

تیسری شرط سے اس کی وضاحت بھی ہوجاتی ہے کہ رہبروحاکم کے لئے صحیح سیاسی واجتماعی بصیرت ، تدبیر شجاعت، مدیریت ، قیادت کے لئے کفایت بھر قدرت جیسی تعبیروں کے ذریعہ نظری اور عملی ضرورتوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ ۹

ولایت وحاکمیت فقیہ کے اس مختصر سے تذکرہ سے اس کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ تو بہرحال ہوجاتا ہے اب یہ امر باقی رہ جاتا ہے کہ فقیہ کی ولایت کا مختصر بیان تاریخی طور پر کرکے اس کے حدود کو بھی ذکر کردیا جائے۔ ولایت فقیہ کی تاریخ کو سمجھنے کے لئے بانئ انقلاب اسلامی امام خمینیؒ کا بیان جملہ بیانات سے بلند وبرتر حیثیت کا حامل ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

ولایت فقیہ کا موضوع جدید نہیں ہے جسے ہم لائے ہوں بلکہ یہ مسئلہ ابتداہی سے مورد بحث تھا۔ تمباکو کی حرمت کے بارے میں میرزا شیرازی کا حکم چونکہ حکومتی تھا لہٰذا دوسرے فقیہوں کے لئے بھی واجب الاتباع تھا۔۔۔ یہ کوئی قضا وتی حکم نہیں تھا کہ چند لوگوں کے درمیان کسی موضوع پر اختلاف ہوا ہو۔ مرحوم میرزا محمد تقی شیرازی نے جو جہاد کا حکم دیا حقیقت میں وہ دفاع تھا اور تمام علماء نے اس کی اطاعت کی اس لئے کہ وہ حکومتی حکم تھا۔ جیسا کہ نقل کیا گیا ہے مرحوم کاشف الغطاء نے بھی بہت سے ایسے مطالب بیان کئے ہیں۔ متاخرین سے مرحوم نراقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اختیارات کو فقہاء کے لئے ثابت مانتے ہیں۔ آقای نائینی بھی فرماتے ہیں '' یہ مطلب عمر بن حنظلہ کی منقولہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔''

بہر حال یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم نے صرف اس موضوع پر زیادہ تحقیق کی ہے اور اس حکومت کے مختلف شعبوں کا ذکر کرکے حضرات کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ مسئلہ کی مزید وضاحت ہوسکے ورنہ مطلب وہی ہے جس کو بہت سے فقہاء نے سمجھا ہے۔ ہم نے اصل موضوع پیش کیا ہے ضرورت ہے کہ آنے والی نسلیں اور موجودہ افراد اس کے محور پر بحث وتمحیص اور غور وفکر سے کام لیتے ہوئے اس کے حصول کا راستہ تلاش کریں۔ ۱۰؎

زمانۂ غیبت امامؑ میں ولایت فقیہ معصوم اماموں کی ولایت کے تسلسل اور دوام کا نام ہے جیسے کہ ائمہؑ طاہرین کی ولایت نبیؐ کریم کی ولایت کے امتداد کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ حکومت وولایت کا اصلی فلسفہ الٰہی اقدار واحکام کو معاشرہ میں رائج کرنا ہے۔ اس کے حصول کے لئے لازمی ہے کہ ایک ایسا شخص موجود رہے جو اسلامی اصول سے پوری طرح موقف ہو۔ عالمی سطح کی سیاست اور حالات سے آگاہ ہو، دشمن طاقتوں سے دفاع کی توانائی ہو اور معاشرہ کے نظم ونسق کو چلانے کی مکمل صلاحیت اورطاقت رکھتا ہو، اس کا اقرار واعتراف ولایت وحکومت فقیہ کے طور پر شیخ مفید، شیخ ابو الصالح حلبی، ابن ادریس حلی، محقق حلی، محقق کرکی، مقدس اردبیلی، جوادی آملی، ملا احمد نراقی، میر فتاح مراغی، شیخ محمد حسن نجفی، شیخ مرتضٰی انصاری آقای رضا ہمدانی سید محمد بحر العلوم، آیت اللہ بروجردی، شیخ مرتضٰی حائری وغیرہ تمام علماء نے کیا ہے بلکہ صاحب جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی نے تو یہاں تک تحریر کیا ہے کہ فقیہ کی ولایت عامہ کا مسئلہ اتنا واضح اور روشن ہے کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ ۱۱؎ اور شیخ مرتضٰی رہ نے لکھا ہے کہ جن امور کا شرعی ہونا مسلّم ہے ان میں ولایت فقیہ ثابت ہے۔ ۱۲؎

ولایت فقیہ کے حدود واختیارات:

فقیہ اسلامی معاشرہ کے تمام افراد مسلمان، غیر مسلم، مجتہد، عام لوگ اپنے مقلدین دوسرے مجتہدین کے مقلدین پر ولایت رکھتا ہے اگر وہ کسی حکم کو اس کے معیار کے مطابق جاری کرے تو تمام لوگوں پر فرض ہے حتی کہ فقہاء بلکہ خود اس پر بھی لازم ہے کہ اس کی رعایت کرتے ہوئے عمل کرے، پھر یہ کہ فقیہ معاشرے کے تمام شعبوں میں ولایت رکھتا ہے اور معیاروں قاعدوں کے مطابق حکم صادر کرتا ہے تو سب پر اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اگر فقیہ ایسے امور میں ولایت کے اختیارات استعمال کرنا چاہتا ہے جو شرعی طور پر مباح ہوں تو اس صورت میں مصلحت کے موجود ہونے کا لحاظ

کرے گا یعنی اگر اس میں معاشرہ کے عام لوگوں یا اسلامی نظام یا عام لوگوں کی ایک جماعت کا فائدہ ہوتو فقیہ اس منفعت کی بناپر امر یا نہی کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے امور میں ولایت کو استعمال کرنا چاہتا ہے جس کے بارے میں شارع مقدس نے وجوب یا حرمت کا حکم دیا ہے اور فقیہ لازم کو غیر لازم اور غیر لازم کو لازم بنانا چاہتا ہے تو یہ تزاحم کی صورت پیدا ہوگی تو اس صورت میں اہم اور غیر اہم کا لحاظ رکھے گا جو اہم ہوگا اسے اختیار کرے گا۔ یہ تزاحم انفرادی امور میں بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی امور میں بھی، انفرادی امور میں اہم اور مہم کی تشخیص کرنا خود افراد کا فریضہ ہے لیکن اجتماعی امور میں معاشرہ کے حاکم کا فریضہ ہوگا۔ تزاحم کی صورت میں جاری شدہ احکام اسی وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک تزاحم کے حالات باقی ہوں اور مذکورہ حالات کے بدل جانے کے بعد مذکورہ حکم بھی خودبخود بدل جاتا ہے اور اس کے بعد اس کے شرعی حکم پر عمل کیا جائے گا۔ آیت اللہ مصباح یزدی نے تحریر فرمایا ہے کہ ولی فقیہ کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ خداوند عالم اور امام زمانہؑ کی اجازت کی وجہ سے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ولی فقیہ کو یہ اختیارات ملک کے اساسی قانون نے عطا کیا ہو بلکہ ملک کے اساسی قانون کا اعتبار بھی ولی فقیہ کی اجازت سے ہوتا ہے ۱۳؎

آپ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ اگر اس معاشرہ میں اضطراری حالات پیش آجائیں اس وقت ولی فقیہ اپنی ولایت کے ذریعہ حکم جاری کرسکتا ہے اگرچہ ملک کے اساسی قانون میں ولی فقیہ کے لیے وہ اختیارات نہ لکھے ہوں البتہ خود قانون اساسی یعنی آئین میں بھی ولایت فقیہ کے مطلق ہونے کے بارے میں درج ہوا ہے۔ لہٰذا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ولی فقیہ کے اختیارات تمثیلی ہیں احصائی نہیں ہیں یہی کافی ہے کہ آئین میں جو لفظ مطلقہ آیا ہے اس لئے اگر مطلق اختیار کو قبول نہ کیا جائے تو لفظ مطلقہ کا استعمال لغو ہوجائے گا.... ملک کے آئین میں ولی فقیہ کے جو اختیارات لکھے ہوئے ہیں انہیں میں محدود نہیں ہیں بلکہ یہ جو لکھے ہوئے ہیں وہ عام حالات کے لئے ہیں لیکن اگر اضطراری حالات پیدا ہوجائیں تو ولی فقیہ کو کلی اختیار ہے کہ وہ مقتضای حال کے مطابق اقدام کرے ۱۴؎ امام خمینیؒ نے بھی اپنے طریقۂ کار اور عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ولایت فقیہ کا دائرہ درج شدہ قوانین پر منحصر نہیں ہے ان کی تقاریر اور مکتوبات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تھیوری Theory کے لحاظ سے فقیہ کی مطلق ولایت کے قائل تھے یعنی فقیہ کو اختیار ہے کہ شریعت کے بتائے ہوئے قوانین واحکام کے مطابق معاشرہ کی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر وہ امر جو حکومت چلانے کے لئے ضروری ہے اس کے سلسلہ میں حکم

صادر کرے۔ البتہ حدود ولایت فقیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ مفیدؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ تحریر ان کی کتاب ''المقنعہ'' کے باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں موجود ہے۔

''لیس له القتل والجراح الّاباذن سلطان الزّمان المنصوب لتدبیر الانام'' امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ میں شخص مکلّف قتل کرنے یا زخمی کرنے کا حق نہیں رکھتا مگر یہ کہ اس کام کے لئے اسے لوگوں کے مسائل کی تدبیر اور نظم کو برقرار رکھنے کے لئے منصوب شدہ سلطان اور وقت کا حاکم اجازت دے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ''حدود الٰہی کو نافذ کرنے کا مسئلہ خدا کی جانب سے منصوب شدہ اسلامی حاکم سے مربوط ہے۔ یہ آل محمدؐ سے ائمہ ہدایت ہیں یا ان اماموں کی طرف سے مقرر و معین امیر یا حاکم ہیں اور ائمہؑ اطہار نے بصورت امکان اس سلسلہ میں اظہار نظر کا اختیار شیعہ فقہاء اور اپنے پیرووں پر چھوڑا ہے'' ۱۵

کتابیات وحوالہ جات

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۸۵۔

۲۔حدیث ثقلین (متفق بین الفریقین)

۳۔علّامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۶، ص ۶۰

۴۔علّامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۶، ص ۶۰

۵۔سورۂ مائدہ/ ۵۵

۶۔سورۂ احزاب/ ۶

۷۔جوادی آملی، ولایت فقیہ، ص ۱۲۱، ۲۲۱

۸۔سید کاظم حائری، اساس الحکومتہ الاسلامیہ، ص ۲۴۷

۹۔کلینی، کافی، ج ۱ ص ۴۰۷۔کتاب الحجۃ، باب مایحب من حق الامام مع الرعیہ، حدیث ۸

۱۰۔استاد مہدی ہادی، ولایت ودیانت، ص ۱۰۹

۱۱۔امام خمینیؒ، ولایت فقیہ، ص ۱۷۲، ۱۷۳

۱۲۔شیخ محمد حسن نجفی۔جواہر الکلام، ج ۲۱ ص ۳۹۵، ۳۹۷

۱۳۔شیخ مرتضیٰ انصاری، المکاسب، ص ۱۵۴

۱۴۔آیت اللہ مصباح یزدی، (اردو ترجمہ) ولایت فقیہ پر اجمالی نظر، ص۱۴۶
۱۵۔آیت اللہ مصباح یزدی، (اُردو ترجمہ) ولایت فقیہ پر اجمالی نظر، ص۱۴۷
۱۶۔شیخ مفید، المقنعہ، باب امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

☆